جلال الدین مولوی۔ نظام الدین اولیا

ڈاکٹر شعیب اعظمی لکچرر فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

جلال الدین بلخی معروف مولوی و مولانا روم اور حضرت نظام الدین اولیا دونوں بزرگ ایک ہی عہد اور صدی کی معروف ہستیاں ہیں۔ مولانا روم ۶۰۴/۱۲۰۷ میں عالم وجود میں آئے اور نظام الدین اولیا ۶۳۶/۱۲۳۸ نے عرصہ حیات میں قدم رکھا عمر میں نظام الدین اولیا مولانا سے تقریباً ۳۵ یا ۳۶ برس چھوٹے تھے۔ مولانا پدری اور جدی سلسلے سے خوارزمشاہی خاندان سے وابستہ تھے اور نظام الدین اولیا کے اجداد بخارا کے سادات تھے۔ مولانا کا ایک سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی تک جا پہونچتا ہے اور حضرت نظام الدین اولیا کا مادری نسب حضرت امام حسین رض سے ملتا ہے۔ مولانا روم نے ایک پُرآشوب دور مگر خوشحال ماحول میں آنکھ کھولی۔ نظام الدین اولیا نے یتیمی، بے سروسامانی اور غربت کے گہوارے میں پرورش پائی۔ ایک نے پانچ برس کی عمر میں اپنے والد کی معیت میں بلخ کو خیرباد کہا اور دوسرے نے بارہ برس کی عمر میں دہلی کی راہ لی۔ اول الذکر برہان الدین محقق سے دینی اور روحانی علوم حاصل کرتے ہیں۔ اور موخر الذکر مولانا شمس الدین خوارزمی کے حلقہ درس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ "بحاث" اور "محفل شکن" کا خطاب پاتے ہیں مولانا دمشق میں محی الدین ابن عربی کی زیارت کرتے ہیں [۱] اور رخصت ہوتے وقت ان کے بارہ میں جب کہ وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں شیخ اکبر کا یہ قول مشہور ہو جاتا ہے: "سبحان اللہ بحر بکران دریا کے پیچھے رواں ہے"[۲] اور ادھر دہلی میں

---

[۱] م۔ ۶۳۸/۱۲۴۰

نظام الدین اولیا بابا فرید کے مرید بن جاتے ہیں۔

مولانا روم ایک بحرِ بےکراں ہیں جس میں غواصی بڑے دل و جگر کا کام ہے۔ اس میں بڑی بڑی چیزیں خس و خاشاک کی طرح بہتی چلی جاتی ہیں نظام الدین اولیا مانند ایک خاموش بہتے ہوئے چشمے کے ہیں جس کی تلقل سے مٹھاس اور سکون کا نغمہ سنائی دیتا ہے ایک خواص کے حلقہ میں ہے تو دوسرا عوام کے جھنڈ میں۔ ایک عرش پر پرواز کرتا ہے اور دوسرے کے قدم زمین میں ہیں۔ ایک قرآن رسول اور صلحا کے ساتھ ساتھ دنیا کی اساطیری داستانوں اور مردانِ خدا کے دایرہ سے باہر نہیں آتا ہے اور دوسرا خدا سنت نبوی، صحابہ، بزرگان دین اور پیران اور مرشدوں کے عمل گفتار اور کردار سے اپنی زندگی کی دنیا آباد کرتا ہے۔

مولانا روم اور نظام الدین اولیا کی شخصیتوں، زندگیوں اور کارناموں میں باوجود عمر کے فرق اور دور دراز فاصلہ کے بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں ہی بچپن سے لاغر اور کمزور تھے۔ مولانا نے آرام کے باوجود منحنی جسم پایا تھا۔ افلاکی نے اپنی مناقب میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن مولانا حمام میں داخل ہوئے اور اپنے بدن پر ترحم کی نگاہ ڈالتے ہوئے بولے میں اپنی تمام عمر کسی چیز سے اتنا شرمندہ نہ ہوا جتنا آج اپنے جسم لاغر سے"۔ مولانا کا چہرہ لمبا، بدن لاغر اور چھریرا تھا۔ اپنی اس زرد روئی کی طرف انھوں نے اپنے متعدد اشعار میں اشارہ کیا ہے:۔

نہ کہ بوی جگر سوختہ ام می آید ... درد اشک من و زردی رخسار مگیر

میکدہ است ایں سر من ساغری کو بشکن ... چو زر است ایں رخ من زر بجو و رنگیر ۵

افلاکی نے ان کی نازک بدنی، زرد روئی اور لطیف مزاجی کے ساتھ ہی ان کے چہرہ پر جلال اور بزرگی کے اثر کو بھی بیان کیا ہے۔ مولانا کی یہ جسمانی حالت شاید اس

---

۵ بدیع الزمان فروزانفر، زندگانی مولانا۔ ص ۲۱۰۔

بنا پر بھی رہی ہو کہ متنعم اور خوشحالی کے باوجود کم خوراک، کم خواب اور دریا دل تھے، بچپن میں کبھی کبھی روز تک روزے رکھتے اور نمازیں پڑھتے تھے اور عبادت کیا کرتے تھے چراغ نہ جلاتے اور کہتے یہ سنت انبیاء ہے۔ اگر گھر میں کوئی چیز افراط سے ہوتی تو فرماتے کہ آج ہمارے گھر سے فرعون کے گھر کی بو آرہی ہے۔

نظام الدین اولیا کا بچپن ہی عسرت کا تھا۔ اور زندگی فقر وفاقہ کی جسم کی فربہی اور چہرہ پر کسی رونق کا کیا سوال جب یتیمی کا سایہ سر پر ہو۔ انھوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ جب گھر میں غلہ موجود نہیں ہوتا تو مجھکو سکون اور آرام ملتا ہے۔ کیونکہ ان دنوں ہم خدا کے مہمان ہوتے ہیں۔ ایک بار کوئی شخص ایک من غلہ میرے گھر میں دے گیا جس سے کئی دن متواتر روٹیاں پکیں میں تنگ آ گیا کہ میری والدہ مجھ سے کب کہیں گی کہ ہم خدا کے مہمان ہیں" ۵۳

دونوں بزرگوں کی خدا ترسی اور فقر کی نعمت پر نازاں رہنے میں کس حد تک مماثلت ہے۔

اسی طرح مولانا بچپن سے ذہین اور طباع تھے۔ اگرچہ ان کی تعلیم کا سلسلہ کچھ دیر میں شروع ہوا تھا۔ مگر ان کے اساتذہ اُن کا احترام کرتے تھے۔ وہ برہان الدین محقق کے پیرزادہ تھے انھوں نے دنیاوی تعلیم کے بعد تین چلوں میں اسرار باطن اور کشف و رموز کے نکات سمجھا دیئے تھے۔ مولانا نے تھوڑی ہی مدت میں وہ دولت پائی جو اوروں کو سالہا سال میں میسر نہیں آتی ہے۔ افلاکی کے بقول جب استاد نے پیرزادہ کو ہر منزل سے گذار دیا تو یہ کہا:۔

سر بسجدہ شکر نہاد حضرت مولانا را در کنار گرفت و بر روئی مبارک او بوسہ ہا افشاں کرد بار دیگر سر نہاد و گفت در جمیع علوم عقلی و

---

۵۳ پروفیسر حبیب۔ حضرت نظام الدین اولیا۔ ص۔ ۵۵

نقلی وکشفی بی نظیر عالمیان بودی والحالتہ ھٰذہٖ ہو دراسرار باطن
سرسیر اہل حقائق ومکاشفات روحانیاں ودیدار نصیباب
انگشت نمائی انبیا واولیا شدی۔ ؎ۂ

یہ کہا جاتا ہے کہ مولانا نے محی الدین ابن عربی سے ہدایہ کے چند سبق پڑھے تھے۔ مگر اس میں اختلاف ہے،

نظام الدین اولیا نے مولانا علاؤالدین سے قدوری پڑھی علی مولا سے دستار فضیلت بندھوائی۔ مولانا کمال الدین سے مشارق الانوار پڑھی اور اجودھن میں ابوشکور سالمی کی تمہید المبتدی اور عوارف المعارف پڑھی ان کے استاد شمس الدین خوارزمی انھیں بہت مانتے تھے اور کبھی آنے میں تاخیر ہوتی تو یہ شعر پڑھتے :-

آخر کم از آن کہ گاھی گاھی　　　　آئی و بماکنی نگاھی

اُن کے پیر و مرشد بابا فرید اپنے جگری اور روحانی مرید کے لئے اکثر یہ شعر پڑھتے تھے:

ای آتش فراقت دلہا کباب کردہ　　　　سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ایسے اساتذہ بھی گذرے ہیں جنھوں نے اپنے ساگردوں کی ایسی پذیرائی کی ہے ۔

بچپن کی ذہانت کا اظہار دونوں کی آنکھوں سے بھی ہوتا تھا بعد میں ریاضت، مجاہدہ اور فقر کی نعمت نے مولانا اور نظام الدین اولیا کی آنکھوں میں غضب کا اثر پیدا کر دیا تھا۔ دونوں کی بصیرت آنکھوں سے ٹپکتی تھی۔ مولانا کے سوانح نگار کا کہنا ہے کہ دنیا کی کوئی مخلوق انکی نگاہوں کی تاب نہ لاسکتی تھی تیزی اور خیرگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے تاب نہ لاکر زمین پر دیکھنے پر مجبور ہو جاتے۔ سیر الاولیا کے مصنف امیر خورد نے جو حضرت نظام الدین اولیا کی بارگاہ میں بچپن سے جوانی تک حاضری دیتے رہے

ؔۂ بدیع الزماں فروزانفر۔ زندگانی مولانا۔ ص ۱۴۴

ہیں۔ لکھا ہے کہ جب دن ہوتا تو جس شخص کی نظر آپ پر پڑتی تو سمجھتا کہ کوئی مردِ مست ہے۔ کیونکہ آپ کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے ہمیشہ سرخ رہتی تھیں۔ کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہ آنکھ اٹھا کر روئے مبارک کی طرف دیکھے کیونکہ خدا کی بزرگی آپ کے چہرہ سے ٹپکتی تھی جو کچھ حضور کہتے تھے سرنیچا کر کے سنتے اور قبول کر لیتے۔ ایک دوسرے مرید شمس الدین یحییٰ کا کہنا ہے کہ جب میں حضور کی مجلس میں ہوتا تو میری مجال نہیں ہوتی تھی کہ حضور کے چہرے کو دیکھوں۔

دونوں کی یہ مستی عرفانی تھی اور آنکھوں میں ہی نہیں بلکہ جسم میں بھی۔ دونوں ہی ہستیاں سماع کی دلدادہ تھیں۔ وجد و رقص کی عادی تھیں اور مزامیر کی شمولیت کے رسیا بھی۔ چنانچہ کئی سو برس گذر جانے کے بعد آج بھی ترکی اور ایران میں فرقہ مولویہ اور دہلی میں دائرہ چشتیہ میں ان کی روایت زندہ ہے۔ سماع کے بارہ میں مولانا کا مسلک بہت واضح تھا۔ وہ خود کہتے ہیں:۔

پس غذائی عاشقاں آمد سماع ... کہ ازو باشد خیال اجتماع
قوتی گیرد خیالات ضمیر ... بلکہ صورت گردد از بانگ صفیر
آتش عشق از نواہا گرد تیز ... آن چنانکہ آتش آں جوز ریز

نظام الدین اولیاء نے کہا تھا کہ "سماع حق مریدان و معتقدان واصحاب ریاضت است چون نفس و تن ہلاک شود او را حق ایست"۔ [۵۵]

ایک جگہ اور کہتے ہیں:۔ سماع محک مرداں خدا است و میدان معرکہ مجاہدان" [۵۶]

جب بھی کبھی دونوں کسی واقعہ سے متاثر ہوتے روح بے چین ہو اٹھتی اور کیفیت طاری ہو جاتی۔ مولانا کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار مولانا زرگروں کے کوچہ سے گذر رہے تھے ہتھوڑے کی مسلسل کھٹ کھٹ کی صدا نے مولانا کو دگرگوں کر دیا

---

۵۵ امیر خورد سیرالاولیا۔ ص ۵۳۲ ۵۶ ایضاً

اور وہ وہیں بازار میں رقص کرنے لگے۔ ان کے اولین دوست اور رشتہ دار صلاح الدین زرکوب یہ تماشا دیکھ کر دکان سے اُٹھ آئے اور مولانا کو سہارا دے کر دایرہ رقص میں گھومتے رہے اور جب تھک کر اُن کا مزید ساتھ دینے کا یارا نہ رہ گیا تو علیحدہ ہو گئے مگر زرگروں سے اصرار کیا کہ ہتھوڑے کی ضرب نہ رُکے اور مولانا ظہر کی نماز سے لے کر مغرب کے وقت تک اس شعر پر رقصاں رہے۔

یکی گنجی پدید آمد دریں دکان زرکوبی زہی صورت، زہی معنی، زہی خوبی، زہی خوبی

اسی واقعہ سے ملتا جلتا حادثہ نظام الدین اولیا کے ساتھ بھی پیش آیا۔ ایک دن نواح دہلی میں مہرولی کے قریب مزارات پر فاتحہ خوانی کے بعد واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں کنوئیں پر رہٹ چل رہا تھا اور رہٹ چلانے والا بار بار" باہر رے بھیا باہر" (باز آ، در باز آ) کی آواز دہرا رہا تھا۔ خواجہ اقبال اور خواجہ پیر خادم لحن داؤدی کے ماہر قوال ساتھ تھے خواجہ کے اشارہ پر دلکش آواز میں اسی پوربی ٹکڑے کو گانا شروع کیا اور یہ سلسلہ گھر تک جاری رہا شیخ پر یہ کیفیت سارے دن طاری رہی اور آرام نہ لیا۔ نظام الدین اولیا کو پوربی سے بہت ذوق تھا۔ چنانچہ حسنات العارفین میں ان کے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ان کا ایک قول نقل ہے۔

"سلطان المشایخ شیخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ گفت
یاد دارم در روز میثاق کہ اللہ تعالیٰ از من عہدی گرفت
در نغمہ پوربی بود۔ شیخ این نغمہ را بھمیں جہت دوست میداشت"۔ ۵

اگرچہ سماع مخصوص محفلوں اور خاص حلقہ احباب کے ساتھ ہوتا مگر اجنبی اور عامی بھی بھولے بھٹکے اس نعمت سے لطف اندوز ہوتے جس کو خواص اور مقربین کو ناگوار ہوتی مگر مولانا اور نظام الدین اولیا آنے والوں کا استقبال کرتے اور

۵ دارا شکوہ حسنات العارفین۔ ص ۱۹

بے تکلف سماع میں اور رقص میں شریک کر لیتے۔ مولانا ایک دن رقص میں محو اور سماع میں مستغرق تھے کہ ایک مست داخل حلقہ ہوگیا اور مولانا کے کندھے سے کندھا ملاکر رقص کرنے لگا۔ دوستوں اور مریدوں نے اسے مارا اور کہا شرابی ہے مولانا نے فرمایا۔ شراب وہ پیے اور بدمستی تم کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا ترسا ہے۔ فرمایا تم لوگ ترسا کیوں نہیں ہو؟ سب نے سر جھکا لیا اور معافی مانگی۔ ۵۸

نظام الدین اولیا رقص کرتے کرتے گریہ میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ ایک روز حضرت اکیلے تھے اور صامت قوال نے غزل چھیڑ رکھی تھی۔ کوئی وہاں موجود نہ تھا کہ ساتھ دے یکایک ایک عامی آگیا اور بقول امیر خورد "شیخ با او نیز موافقت فرمودند۔" ۵۹

یہ محفل سماع اور رقص و سرود شریعت اور سنت کے خلاف تھا اور علماء پر اس کا ردعمل بہت سخت تھا اور وہ بار بار آواز بلند کرتے اور شاہان وقت کو ان کے خلاف بھڑکاتے۔ مولانا بادشاہوں اور وزیروں کے حلقہ میں مقبول تھے اس لئے کوئی بڑا ہنگامہ برپا نہ ہوا پھر بھی واویلا مچا اور واقعہ یوں پیش آیا۔

علماء شہر کہ در آں عصر بودند ہر یکی در انواع علوم متفق علیہ باتفاق تمام نزد خیر الانام قاضی سراج الدین ارسوی جمع آمدند از میل مردم باستماع رباب و رغبت خلائق بسماع شکایت کردند کہ رئیس علماء سرور فضلا خدمت مولویست و در مسند شریعت قائم مقام رسول اللہ چرا باید کہ چنین بدعتی بیش رود و این طریقت تمشیت یابد قاضی گفت این مردانہ موید من عند اللہ است و در ہمہ علوم ظاہری نیز بی مثل است با او بنا باید پیچیدن او داند با خدائی خود۔ ۶۰

---

۵۸ بدیع الزمان فروزانفر۔ زندگانی مولانا۔ ص ۱۴۶۔ ۵۹ امیر خورد سیر الاولیا۔ ص ۵۱۱
۶۰ بدیع الزمان فروزانفر۔ زندگانی مولوی۔ ص ۸۱

سماع کی مخالفت شاہان دہلی اور علماء کی طرف سے بھی تھی اور نظام الدین اولیا کو طرح طرح پریشان کیا گیا۔ چنانچہ دہلی کے نایب حاکم نے آزار رسانی کی دھمکی دی۔ شیخ زادہ حسام نے بازپرس کروائی اور پھر غیاث الدین تغلق کے دربار میں سماع کے مسئلہ پر اجتماع ہوا۔ شیخ کے مدلل سوال اور جواب پر معترضین بغلیں جھانک رہے تھے اور بالآخر شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے نبیرہ مولانا علم الدین نے نظام الدین اولیا کے حق میں فیصلہ دیا۔

دونوں بزرگوں کے عہد کے سلاطین نے ان کی قربت کی خواہش کی۔ دعا اور برکت کے متمنی رہے اور بعضوں نے ذلت اور اہانت کے لئے بلانا چاہا مگر مولانا اور نظام الدین اولیا سلاطین اور امرا سے نہ صرف اجتناب برتتے بلکہ ان کی آمد کی خبر سن کر طبیعت مکدر ہو جاتی اور خوشی کے بجائے رنج ہوتا۔ مولانا نے سلاجقہ میں عز الدین کیکاؤس ۶۴۳-۶۵۵، رکن الدین قلیج ارسلان ۶۵۵-۶۶۴ اور وقت کے مشہور وزیر معین الدین پروانہ کا عہد پایا۔ یہ تینوں مولانا کے مدرسہ میں حاضری دینا عین سعادت گردانتے۔ معین الدین پروانہ تو سماع کی بے مثال محفلیں برپا کرتا۔ اکابرین شہر بلاتا مولانا کے یہاں بکثرت حاضری دیتا۔ مولانا کی سفارش پر ضرورت مندوں کی مشکلیں حل کرتا۔ ان کی حاجتیں پوری کرتا۔ افلاکی نے اس قسم کے کئی واقعات درج کئے ہیں اور پھر ان سے مولانا کے متغص ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک بار عزالدین کیکاؤس کی آمد کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:-

> مولانا روزی در صحن مدرسہ سیر میفرمود و اصحاب بجمعہم استادہ جمال آن سلطان را مشاہدہ میکردند۔ فرمود کہ در مدرسہ را محکم کنید از ناگاہ سلطان عزالدین با وزرا و امرا و نواب بزیارت مولانا آمدند۔ در حجرہ در آمد و خود را پنہان کرد فرمود جواب بدہید تا زحمت ببرند آن جماعت مراجعت کردند[۱۱]

---

[۱۱] بدیع الزماں فروزانفر۔ زندگانی مولوی۔ ص ۱۴۴

معین الدین باوجود قرب اور باریابی کی اجازت کے اکثر ملاقات سے محروم رہتا۔ افلاکی لکھتا ہے :-

روزی پروانہ بزیارت مولانا آمدہ بود حضرتش متواری گشتہ امرائی کبار چندانی توقف کردند کہ عاجز شدند دالبتہ رومی بدیشان نمودہ۔ [۱۲]

نظام الدین اولیا نے دہلی کے نصف درجن بادشاہوں سے زیادہ کا عہد دیکھا بیشتر نے دربار میں بلانا چاہا۔ معزالدین کیقباد نے دھمکی بھی دی کہ اگر ادنمی آید مامی دانیم کہ چون می آورند" علاؤالدین سے خسرو کی وساطت کے باوجود نہ ملے۔ دہلی چھوڑنے کو تیار ہوگئے مگر ملاقات کو نہ گئے۔ اس کے باوجود شہزادگان، امرا اور رہونے والے بادشاہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے پھر بھی طبیعت میں انشراح کے بجائے انقباض پیدا ہوجاتا۔ پروفیسر حبیب نے اپنی کتاب "نظام الدین اولیا" میں سیرالاولیا" کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا شہزادہ آنے والا ہوتا اور ڈھول تاشے کی آواز آتی تو دل سے آہ نکلتی کہ کیوں درویش کا وقت خراب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ [۱۳]

جمہور سے ناتہ —— ارکان سلطنت سے دوری اختیار کرنے کے برعکس دونوں بزرگ عوام الناس سے نہ تو متنفر تھے اور نہ ان کی آمد سے ناخوش ہوتے بلکہ حسن سلوک کرتے۔ حاجات برلاتے۔ اخراجات دیتے اور خواہش کرتے تو مرید بنالیتے۔ مولانا اور نظام الدین اولیاء کی یہ عجیب وغریب یکسانیت ہے کہ انبیاء و رسل اور صلحا اور بزرگان دین کی روایت کو زندہ و تابندہ کرگئے اور زمانہ کے لئے روایت قایم کرگئے۔ افلاکی نے بھی مولانا کی اس خوبی کا وہی سبب بتایا ہے جو ضیاءالدین برنی نے نظام الدین اولیا کا۔ افلاکی کے حوالہ سے فروزانفر نے لکھا ہے :-

مریدان مولانا عجایب مردا انند اغلب عامل و محترفہ شہر اند ہر کجا خیاطی

[۱۲] بدیع الزمان فروزانفر۔ زندگانی مولوی۔ ص ۱۴۴ [۱۳] پروفیسر حبیب۔ نظام الدین اولیا۔ ص ۱۴۳

وبزازی وبقالی کی ہست ادر اقبول میکند۔ اگر مریدان من نیک مردم
بودندی خود من مریدایشان می شدم از آنکہ بدمردم بودند مرید شان قبول
کردم تا تبدیل یافتہ نیکو شوند۔ ۵۴

ضیاؤالدین برنی بھی نظام الدین اولیا کے مریدوں میں تھے ایک بار ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ ہر کس و ناکس کو اپنا مرید بنا لیتے ہیں۔ اس شبہ کو شیخ نے اپنے ان فرمودات سے دور کیا۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان بڑی عاجزی اور ماندگی اور مسکنت کے
ساتھ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی ہیں
اس بات کو سچ سمجھکر اس کو بیعت کر لیتا ہوں خاص طور پر اس لئے
کہ بہت سے معتبر لوگوں سے سنتا ہوں کہ بہت مرید اس بیعت کی وجہ
سے معاصی سے باز آجاتے ہیں۔ ۵۵

مرجع خلائق ـــــ اسی بنا پر لوگ جوق در جوق آتے۔ طلبہ، اساتذہ، دانشمند حفاظ، قری اور دوسرے مسافر، حاجت مند، غرض ہر طرح کی مخلوق حاجت روائی اور زیارت کے لئے دونوں بزرگوں کے مدرسہ اور جماعت خانہ میں حاضری دیتے۔ مولانا کے پاس ضرورت مند آتے اور سفارشیں کرواتے رقعات لکھواتے مولانا بے اندازہ شرم حیا کے مالک تھے اور احسان چھپاتے تھے افلاکی کا بیان ہے کہ مدرسہ کے طالبعلموں کے تکیہ کے نیچے ان کے حسب مرتبہ اشرفیاں رکھدیا کرتے۔ جب طالبعلم صبح کو اپنا بستر جھاڑتا درم اور سکے بکھر جاتے حیران ہوتے اور مولانا کے الطاف و اکرام کے سامنے سر جھکا دیتے۔ ۵۶

---

۵۴ بدیع الزماں۔ زندگانی مولانا۔ ص ۱۴۵ ۵۵ ابوالحسن علی۔ دعوت و عزیمت ص ۱۴۱

۵۶ بدیع الزماں زندگانی مولانا۔ ص ۱۴۵

تاریخ ہند کے حوالے سے روضۂ اقطاب میں نقل ہے کہ مریدین حفاظ اور طالبعلموں کے علاوہ تین ہزار دانشمند حضرت نظام الدین اولیا کی خانقاہ میں کھانا کھاتے تھے آنے جانے والوں کا شمار ہی نہ تھا بیشتر افراد موسیقی کے ماہر تھے۔ چرند، پرند کھانا پینا اور اڑنا بھول جاتے تھے اور دو سو قوال ملازمت میں تھے۔ [17] آگے چل کر اسی کتاب میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

ہر روز فتوح فراواں رسیدی اما تا شام ہمہ مصرف گردیدی وہر کہ چیزی آوردی بہتر از آن یافتی۔ ہجوم خواہندہ ہمیشہ بر در او بودی اگر مبلغی آمدی تا بمصرف نرسیدی خاطر مبارک قرار نگرفتی۔ [18]

عام آمد و رفت اور داد و دہش کے بارہ میں آگے لکھا ہے۔

آئندہ و روند۔ از غریب و شہری ہر کہ بیامدی وہر وقت کہ آمدی توقف نبودی۔ سعادت پائبوس حاصل کردی ہیچکس را محروم نگذاشتی از جانہ جبیں، تحفہ ہدایا کہ از عالم غیب رسیدی ہمہ بمصرف رسانیدی۔ [19]

آپ کی تواضع، انکساری شفقت اور خلق اللہ کے ساتھ محبت دوسرے کی زندگی کا جز تھی۔ نظام الدین اولیا خود دائم الصوم تھے اور اگرچہ غلہ کے انبار سے لوگ فیضیاب ہوتے رہتے مگر یہ نصف روٹی کھاتے۔ آنے والے میوہ جات گوشت، روٹی اور شیرینی سے شکم سیر ہوتے مگر وہ کریلے کی سبزی پر اکتفا کرتے۔

تقویٰ اور نفس کشی کی یہی وہ دولت تھی جو بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچی اور جلال الدین رومی اور نظام الدین اولیا اسی کی بدولت جو کچھ سوچتے اور منہ سے کہدیتے وہ حرف آسمانی بن جاتا۔ یہ پیشین گوئی تو نہیں کہی جاسکتی مگر یہ ضرور ہے

---

[17] محمد بولاق۔ روضۂ اقطاب۔ ۵۵ [18] امیر خورد۔ روضۂ اقطاب۔ ص ۵۵۔ [19] امیر خورد سیر الاولیا۔ ص

کہ گاہ بیگاہ زبان سے ادا ہونے والے کلمات صحیح ثابت ہوتے۔ مولانا کا ایک واقعہ ہے کہ سلطان رکن الدین مولانا کا ارادتمند تھا اور جب وہ معین الدین پروانہ کی سازش کے دام میں اسیر ہونے جا رہا تھا تو مولانا سے مشورہ کے لئے حاضر ہوا۔ مولانا نے جانے سے منع کیا مگر وہ نہ مانا اور جب وہاں اس کے جسم پر تلوار اور چھرے سے ضرب کاری لگائی جا رہی تھی تو بار بار مولانا، مولانا کہتا تھا۔ جب اس کی ہلاکت کی خبر مولانا کو ہوئی تو بے ساختہ یہ شعر زبان پر تھا۔

نگفمت مرد آنجا کہ مبتلات کنند بیک نظر ہدف ناوک بلات کنند ۵۵

نظام الدین اولیاء نے کئی ایک جملے کہے اور وہ ضرب المثل بن گئے۔ غیاث الدین تغلق کے لئے ہنوز دہلی دور است، مبارک شاہ خلجی اور غاصب وقاتل خسرو خان کے بارہ میں شعر:۔

ای روبہک چرا نہ نشستی بجائی خویش باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائی خویش

پھر محمد بن تغلق اور حسن بہمنی کے بارہ میں "سلطانی آمد و سلطانی رفت" اور مسخرے عبید کے بارہ میں "اے عبید باچہ سب بازی میکنی" داستانیں عام ہیں۔ . . . .

.... عفو و درگذر ــــ اہل اللہ کی ایک شان عفو اور درگذر بھی ہے دونوں بزرگوں کے فروتن ہونے اور دشمن نوازی کے بہت سارے واقعات کتابوں میں درج ہیں نظام الدین اولیا نے اپنے دشمن چھجو غیاث پوری کو جو انھیں اکثر گالیاں بھی دیتا تھا۔ نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کے جنازہ میں شرکت کی۔ مغفرت کی دعا مانگی۔ ایک بار ایک شخص کو لوگ ان کے پاس لائے اور بتایا کہ وہ حضور کو چھرے سے ہلاک کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔ اس سے آئندہ کسی کو آزار نہ پہونچانے کا وعدہ لیا اور اخراجات سفر مہیا کئے۔ وہ اکثر یہ قطعہ پڑھا کرتے تھے۔

---

۵۵ بدیع الزمان فروزانفر۔ زندگانی مولانا۔ ص ۱۳۷

ہرکہ ما را رنجہ دارد راحتش بسیار باد دانکہ مارا خوار دارد ازدولتش ایار باد
ہرکہ او خاری نہد در راہ من از دشمنی
ہر گل کز باغ عمرش بشگفد بی خار باد [۲۱]

مولانا روم جلال الدین تھے مگر بردباری اور انکساری کا وہ مجسمہ تھے کہ باوجود تعریض وطعن وتشنیع کے کبھی کسی کو سخت جواب نہ دیا۔ مولانا جامی کے بقول ایک بار سراج الدین قونوی نے یہ کہا کہ مولانا یہ جملہ کہتے ہیں کہ "من با ہفتاد و سہ مذہب یکی ام" اور مولانا کی تذلیل کے لئے اپنے مقربین میں سے ایک شخص کو بھیجا۔ اس نے مولانا سے پوچھا کیا آپ نے یہ بات کہی۔ مولانا نے کہا ہاں۔ اس پر اس آدمی نے مولانا کو سخت سست کہنا شروع کیا مولانا نے انتہائی صبر کے ساتھ سنا اور کہا " با این نیز کہ تو میگوئی یکی ام

کہتے ہیں کہ ایک بار قسطنطنہ سے ایک راہب مولانا سے ملاقات کے لئے آیا اور قونیہ کے راہبوں کا مہمان ہوا جب مولانا کی زیارت کے لئے روانہ ہوا تو حسن اتفاق سے راستہ میں مولانا کا سامنا ہوگیا۔ راہب نے مولانا کو احتراماً سجدہ کیا مولانا نے تعظیماً سر جھکایا اسی طرح جتنی بار اس نے سجدہ کیا مولانا نے بھی جواب میں سر جھکا دیا۔ وہ انتہائی حیرت میں پڑ گیا کپڑے پھاڑے اور ساتھیوں سمیت ایمان لے آیا۔ جب بعد میں اس نے پوچھا کہ آپ نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ اور تواضع کیوں کی۔ مولانا مسکرا اور یہ جملے ادا کئے :۔

چوں حدیث طوبیٰ لمن رزقہ اللہ مالا وجمالا وشرفا وسلطانا
فجاد بمالہ وعف فی جمالہ وتوضع فی شرفہ وعدل فی سلطانہ
فرمودہ سلطان ماست با بندگان حق چوں تواضع نکنم وکم زنی چرا نمایم
واگر آنرا نکنم چہ را شایم وکرا شایم وبچہ کار آیم " [۲۲]

---

[۲۱] مولانا ابوالحسن علی۔ دعوت وعزیمت ص ۴۵۵۔ [۲۲] بدیع الزماں فروزانفر۔ زندگانی مولانا ص ۱۴۴

پھر مدرسہ میں جاکر اس حدیث کی سند مانگی اور یہ اشعار پڑھے :۔

آدمی ۔ آدمی ۔ آدمی — بستہ دمی زانکہ نی آدمی
آدمی را ہمہ در خود لبسوزد — زان دمی باش اگر محرمی
کم زد آنماہ لو دیار رشد — تا نزنی کم نرمی از کمی

آدمیت کے جس مفہوم کو مولانا نے اپنے اشعار میں تواتر کے ساتھ ظاہر کیا ہے اسی تصور کو نظام الدین اولیا نے ایک جگہ نثر میں بیان کیا ہے ۔ کہا کہ مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی اُس میں لکھا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہونچاؤ کہ مومن کا دل اسرار ربوبیت کا مقام ہے کسی بزرگ نے خوب کہا ہے :۔

می کوش کہ راحت بجانی برسد — یا دست شکستہ بنائی برسد ۔ [۲۳]

سیرالاولیا میں نقل ہے کہ " قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت نہ ہوگی اور چلن نہ ہوگا ۔ جتنا دل کا خیال رکھنے کا اور دل خوش کرنے کا ۔ [۲۴]

مولانا اور نظام الدین اولیا دونوں ہی خلق خدا کی یہ عزت خدمت اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کرتے تھے ۔ بارگاہ خداوندی میں دونوں حضرات اس قدر مماثل ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ۔ دونوں نے خدا سے محبت ، عقیدت اور لگاؤ رکھنے کی بار بار تاکید کی ہے ۔ مولانا کا کہنا ہے کہ انسان کو ہر حال میں خدا ہی کی طرف دیکھنا چاہئے ۔

پس خدا کی گدائی کر اور اس سے حاجت طلب کر کیونکہ کوئی ضائع نہیں ہوتا
ادعونی استجب لکم

مولانا نے مومن کے بارہ میں کہا ہے :۔

" مومن وہ ہے جو سمجھے کہ اس کے پیچھے کوئی ہے اور ہماری حالت سے مطلع ہے اور دیکھتا ہے "

---

[۲۳] مولانا ابوالحسن علی ۔ دعوت عزیمت ص ۱۰۶ [۲۴] امیر خورد ۔ سیرالاولیا ۔ ص ۱۲۸

خدا کی یاد کے بارہ میں کہتے ہیں :-

"ایک دفعہ خدا کو یاد کرنے سے باطن تھوڑا منوّر ہوتا ہے اس کی یاد بڑا اثر رکھتی ہے اور مجھے اس کی یاد سے بہت بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں" ۲۵

نظام الدین اولیا نے خدا کی یاد سے متعلق ایک جگہ یوں کہا ہے :-

خدا کی طرف متوجہ دل اور پاک نفس چاہیئے اس کے بعد جس کام میں رہنا ہو تمھیں کوئی نقصان نہ ہوگا " ۲۶

کشف وکرامات ــــــ عموماً بزرگوں سے عقیدت اور خوش فہمی میں ایسی غیر یقینی باتیں منسوب کردی جاتی ہیں جسے عام عقل بھی تسلیم نہیں کرتی ہے ۔ یہ دونوں بزرگ روحانیت کی دولت کے ساتھ علم وفضل کی نعمت سے بہرہ ور تھے اس لئے کوئی ایسی بات نہ منہ سے نکالی اور نہ حرکت کی جس سے جہل اور تکبر کا شائبہ پیدا ہو۔ کشف کے بارہ میں مولانا نے فرمایا :-

"کرامت یہ ہے کہ تجھے سفلی حالات سے اعلیٰ حال پر لے آئے اور وہاں سے تو یہاں تک سفر کرے اور جہالت سے عقل تک اور جمادی حالت حیات تک پہونچے :-

آمدہ اول باقلیم جماد | دز جمادی در نباتی اوفتاد ۔ ۲۷

کشف وکرامات کے بارہ میں نظام الدین اولیا رکا فرمانا تھا:

کشف وکرامات سالک کے لئے حجاب راہ ہیں ۔ محبت سے استقامت پیدا ہوتی ہے ۔

اسی شان بے نیازی کا نتیجہ تھا کہ ہمعصر علما ءاور فضلا نے ان بزرگون

---

۲۵ مولانا روم ۔ فیہ ما فیہ اُردو ص ۲۷۷ ۲۶ امیر خورد ۔ سیرالاولیاء ۔ ص ۱۶۰

۲۷ مولانا روم ، فیہ مافیہ ۔ ص ۲۷۷

کی قدر و منزلت کی اور عالم اسلام اور دنیا کے دیگر بزرگوں کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ مولانا کے بارہ میں شیخ صدرالدین قونوی نے کہا "اگر بایزید اور جنید جیسے اولیا بھی اس زمانہ میں ہوتے تو مولانا جلال الدین کے حلقۂ اطاعت میں درس لیتے فقر محمدی کے خوان سالار مولانا ہیں اور ہم لوگ ان کے طفیل کچھ ذائقہ چکھ لیتے ہیں۔ ۲۸ھ

دعوت و عزیمت میں ضیاءُ الدین برنی کے حوالہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ نظام الدین اولیا شہرت اور مقبولیت کے عروج پر تھے اور حضرت اپنے وقت کے شیخ جنید اور بایزید تھے۔ ۲۹ھ امامت سے پرہیز ——— باوجود تقویٰ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کے دونوں بزرگ امامت کے مصلی پر جانے سے گریز کرتے تھے۔ مولانا کی اس روش سے متعلق متعدد واقعات ہیں جس میں خدا کی بارگاہ میں کسی نمائندگی کرنے سے بچنا چاہا ہے۔ ہاں تنہائی اور اپنی بات اور تھی۔ ایک بار حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیجئے فرمانے لگے :۔

"ہم لوگ دوسری صفت کے ابدال صفت ہیں۔ ہمارا اٹھنا، اٹھنا سب بے قاعدہ ہے جہاں کے ہو رہے۔ بس وہیں رہ گئے امامت کے لائق صاحب تمکین و وقار اصحاب تصوف ہیں"۔ ۳۰ھ

اکثر صدرالدین قونوی سے نماز پڑھوا لیتے۔ وہ ایک بار مولانا کو آتا دیکھ کر مصلی سے ہٹ گئے۔ مولانا نے فرمایا روز قیامت کیا جواب دونگا شیخ نے کہا ایک طرف آپ بیٹھے ایک طرف میں۔ مگر مولانا نہ مانے اور مجبور ہو کر شیخ صاحب نے نماز پڑھوائی۔

نظام الدین اولیا کے کسی مجموعہ ملفوظات میں ان کی امامت کے متعلق شاید و باید ذکر ملے گا۔ ان کے اکثر امام مقرر ہوتے۔ ان کے پیچھے نماز یں پڑھتے ایک امام ایسے معتقد تھے کہ جبتک پیچھے گھوم کر ان کا چہرہ نہ دیکھ لیتے نیت نہ باندھتے۔ ایک بار

۲۸ھ۔ بدیع الزماں فروزانفر۔ زندگانی مولانا ص ۲۲ ۲۹ھ ابوالحسن علی۔ دعوت و عزیمت۔ ص ۱۴۶ ۳۰ھ اصغر حسین۔ مولوی معنوی۔ ص ۲۰

رکن الدین سہروردی ملتانی اور نظام الدین اولیا کی ملاقات دہلی میں ہوئی اور عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ دونوں بزرگوں کا ایک دوسرے سے اصرار ہوا کہ نماز پڑھائیں بالآخر نظام الدین اولیا کا اصرار غالب آیا اور رکن الدین ملتانی نے نماز پڑھائی

مولانا اور نظام الدین اولیا نے اپنے سے متعلق چند اشخاص کو اتنا محترم اور محبوب مانا کہ ان کا نام زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اگرچہ ایسے حضرات خود اپنی شخصیات کردار آثار اور کلام کی بدولت بھی زندہ رہ سکتے تھے مگر ان دونوں بزرگوں کی صحبت اور قربت میں رہ کر کئی نام زندہ جاوید بن گئے۔ دونوں بزرگوں کا نام لیجئے ناممکن ہے کہ اُن مقربین کا نام بھی نہ آئے۔ مولانا کی زندگی میں بہت سے ناموں میں تین نام اہم ہیں۔ پہلا نام شمس تبریز (م۔ ۱۲۴۵) کا ہے جنھوں نے مولانا کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ مولانا عمامہ، جبّہ، دستار اور عبا کا جامہ چاک کرکے خرجی اور اسنوانی کلاہ میں ملبوس ہو گئے۔ بجائی درس وتدریس کے وجد وحال میں کھو گئے، شمس کی آگ نے ان کو عجیب وغریب حال میں ڈال دیا۔ مریدین، اعزہ، شاگرد سب حیران کہ پیر ومرشد کو کیا ہوا۔ جو منتہا تھا مبتدی بن گیا، مقتدا تھا۔ مقتدی بن بیٹھا اور مولانا ہیں کہ شمس میں کھو گئے ہیں۔

پیرمن ومریدمن درد من ودوائی من   فاش بگفتم این سخن شمس من وخدائی من[اسٖ]

اس کیفیت کا ذکر فروزانفر ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"شمس الدین بمولانا چہ آموخت وچہ فسوں ساخت کہ چنداں فریفتہ گشت کہ مولانا بعد ازین خلوت روش خود را بدل ساخت وبجائی اقامہ نماز ومحل وعظ بسماع نشست وچرخیدن در رقص بنیاد کرد بجائی قیل وقال

اسٖ بدیع الزماں فروزانفر۔ زندگانی مولانا۔ ص ۶۴

مدرسہ و جدال اہل بحث گوش بنغمہ جانسوزنی و ترانہ دلنواز نہاد ۲۳
شمس کے قتل کے بعد مولانا صلاح الدین زرکوب کو تلاش کر لیتے ہیں جن کے مبلغ علم پر اہل شہر اور مولانا کے مریدوں کو اعتراض ہے۔ مولانا نے نہ صرف انھیں محترم اور عزیز مانا۔ بلکہ اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کے ساتھ صلاح الدین کی دختر فاطمہ سے شادی کر دی۔ زرکوب کے بعد مولانا کی زندگی میں حسام الدین چلپی داخل ہوئے جن کی وجہ سے مثنوی معنوی وجود میں آئی۔

نظام الدین اولیاء کے عزیزوں میں خسرو کا نام منفرد ہے۔ جتنا امیر خسرو کو مانتے تھے اتنا کسی کو نہیں۔ عشا کے بعد رات کی تنہائی میں اگر کسی کو باریابی حاصل تھی تو وہ خسرو کو نظام الدین اولیا ان کو خط میں لکھتے ہیں سب سے تنگ آجاتا ہوں یہاں تک کے اپنے آپ سے بھی مگر تم سے نہیں۔ کسی کی شفاعت قبول ہوتی تو خسرو کی۔ ایک بار برہان الدین غریب (م ۷۳۵/۱۳۳۴) دولت آباد ہجرت کر کے جانے لگے تو حضرت سے کہا آپ کی جدائی کا غم سہا نہ جا سکے گا کسی کو ساتھ جانے دیجیے۔ فرمایا خسرو کے علاوہ جسے چاہو لے جا سکتے ہو۔ بارگاہ الٰہی میں قیامت کے سوز سینہ ترک کی بدولت بخشائیش کی دعا مانگی اور اگر شرعی اجازت ہوتی تو ایک ہی قبر میں دفن بھی ہوتے۔ مولانا روم اور شمس تبریز کی دوستی کی مانند نظام الدین اولیا اور خسرو کی دوستی تو نہ تھی مگر ذیل کے شعر سے اُن کے خسرو سے تعلق خاطر کا اظہار ہوتا ہے

گر برائی ترک ترکم آرہ بر تارک نہند   ترک تارک گیرم و ہرگز نگیرم ترک ترک

ایک اور قطعہ بھی اسی ضمن میں کافی مشہور ہے:-

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست   ملک است کہ ملک سخن خسرو راست

این خسرو ماست ناصر خسرو نیست

زیرا کہ خدائی ناصر خسرو ماست

۲۳ بدیع الزماں فروزانفر۔ زندگانی مولانا۔ ص ۲۴

خاتمہ بالخیر ـــــــــ اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں دونوں ہی شاہد حقیقی سے ملنے کو بیتاب تھے۔ مولانا کو تپ محرقہ کی شکایت ہوگئی تھی۔ اور معلوم ہوگیا تھا کہ وقت آگیا۔ اس لئے اطباء معتقدین اور مریدین کی دعاؤں اور دواؤں کا اثر جانتے تھے۔ کمال الدین طبیب آئے صحت کی بشارت دی۔ شیخ صدرالدین عیادت کو آئے اور کہا شفا ہوگی۔ مولانا نے فرمایا شفا تم لوگوں کو مبارک ہو مگر مولانا نے جمادی الآخر یکشنبہ ۶۷۲/ ۷۰/ ۱۲ کو غروب آفتاب کے وقت دنیا کو درود پڑھا رخصت سے پہلے ایک غزل کہی تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

برای من مگری دمگو دریغ دریغ   بدام دیو درافتی دریغ آں باشد
ترا بگور سپردی مگو وداع وداع   کہ گور پردۂ جمعیت جناں باشد
کدام دانہ فرورفت درزمیں کہ نرست   چرا بدانہ انسانت این گماں باشد
تراچناں بنماید کہ من بخاک شدم   بزیر پائی من این ہفت آسماں باشد ۳۳

نظام الدین اولیاء نے چالیس روز قبل کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ مرید بڑے پرامید تھے مگر وہ جانتے تھے کہ بلاوا آگیا ہے۔ لوگ مچھلی کا شوربہ پلانے آئے تو فرمایا :۔
" کسیکہ مشتاق حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم باشد اد طعام دنیا چگونہ ،، ۳۴
اور زبان پر یہ مصرعہ جاری تھا۔ "می رویم وی رویم و می رویم،،
اور ۸۹ سال کی عمر میں چہارشنبہ ۱۸ ربیع الاول صبح طلوع آفتاب کے وقت ۷۲۵/ ۱۳۲۵ میں اپنے مالک سے جا ملے۔

ایک نے طلوع آفتاب کے وقت رخت آخرت باندھا اور دوسرے نے غروب آفتاب کے وقت جہان فانی سے منہ موڑ لیا۔ مولانا کے انتقال پر جو ماتم ہوا ہے وہ

---

۳۳ فروز الفر۔ زندگانی مولانا۔ ص ۱۱۵ ۳۴ انوار اصفیا۔ ص ۱۰۱

بے مثال ہے شیخ صدر الدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ولد نامہ کے اشعار پڑھے
سے تعلق رکھتے ہیں :-

مردم شہر از صغیر و کبیر	ہمہ اندر فغاں و آہ و نفیر
دیہیان ہم ز رومی و اتراک	کردہ از درد او گریباں چاک
بجنازہ اش شدہ ہمہ حاضر	از سر عشق بہر نز پیٔ بر
اہل ہر مذہبے برو صادق	قوم ہر ملتی برو عاشق
کردہ او را مسیحیاں معبود	دیدہ او را یہود خوب چو ہود
عیسوی گفتہ اوست عیسیٰ ما	موسیی گفت اوست موسیٰ ما

مومنش خواندہ نور رسول
گفت ہست او عظیم رسول [۳۵]

تعجب کی بات ہے کہ سیر الاولیاء اور دوسرے تذکروں میں نظام الدین اولیا کی وفات کے بعد کی تفصیلات زیادہ درج نہیں ہیں۔ خانقاہ کے معتقدین اور خدام مانند اقبال اور خواجہ مبشر کے علاوہ خود سلطان محمد بن تغلق اور خواجہ جہاں آیاز نے آخری دیدار کیا اور کفن دفن کا انتظام بھی سرکاری احکامات کے تحت ہوا۔ خسرو دہلی میں موجود نہ تھے اور جب پیر و مرشد کی قبر پر پہونچے تو ایک ہندی کے دوہے کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکے اگرچہ ان کی زندگی میں خسرو کا کوئی ایسا دیوان اور مثنوی نہ تھی جس میں نظام الدین اولیا کی شان میں اشعار نہ رہے ہوں۔ لیکن یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ نظام الدین اولیا کی وفات کے بعد بھی ان کی قبر زیارت گہ رنداں جہانیاں رہی کیونکہ فیروزی عہد کے شاعر، مطہر کرہ تغلق کے

[۳۵] فروز انفر۔ زندگانی مولانا ۔ ص ۱۱۳

عہد کے شاعر عصامی اور فیروز ی عہد کے جلالی شاعر مسعود بک نے ان کی شان میں اشعار لکھے ہیں اور مظہر کرہ نے ان کی قبر کی زیارت بھی کی ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ مولانا نظام الدین اولیا سے عمر میں بڑے تھے لیکن کیا نظام الدین اولیا ان کے نام سے آشنا تھے، ان کی مثنوی کے اشعار کبھی ان کی نظر سے گذرے تھے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو نام سے واقف تھے اور نہ کلام ہی سے کیونکہ ۷۲۵/۱۳۲۵ تک کے تذکروں تاریخوں اور ملفوظات میں کہیں بھی کوئی نام مولانا روم کا نہیں ملتا ہے اور نہ ہی ان کے اشعار کا حوالہ پایا جاتا ہے۔ ہاں سعدی کے اشعار کبھی کبھی اور سنائی و عطار کے ابیات اکثر و بیشتر تذکروں میں اور سیرالاولیا تک میں ملتے ہیں۔ ان تمام کے باوجود نظام الدین اولیا کی ساری زندگی مولانا روم کی وصیت ذیل کا مرقع تھی۔

" اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیہ وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام
وقلۃ الکلام وھجران المعاصی والآثام ومواظبۃ الصیام ودوام
القیام وترک الشہوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام
وترک مجالس السفھاء والعوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام فان
خیر الناس من ینفع الناس وخیر الکلام ما قل ودل الحمد للہ "[۳۶]

نظام الدین اولیا نے عمر میں شاید شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ زندگی بھر کسی لذیذ چیز کو منہ میں نہ رکھا کہ کہیں نفس غالب نہ آجائے۔ ساری عمر تجرد میں گذار دی۔ ایک بار اپنے پیر و مرشد کی بیوہ اور خاندان کو دہلی لائے تو لوگوں نے یہ خبر اڑا دی کہ شاید شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی تو اپنی کھچڑی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور اسی دن اجودھن کے لئے روانہ ہو گئے۔ آخر میں ان کے دو قطعات درج ہیں جو وصیت بالا میں بھی جھلکتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۳۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

---

۳۶ - فیروز الغز۔ زندگانی مولانا۔ ص ۱۳۶